ICCR

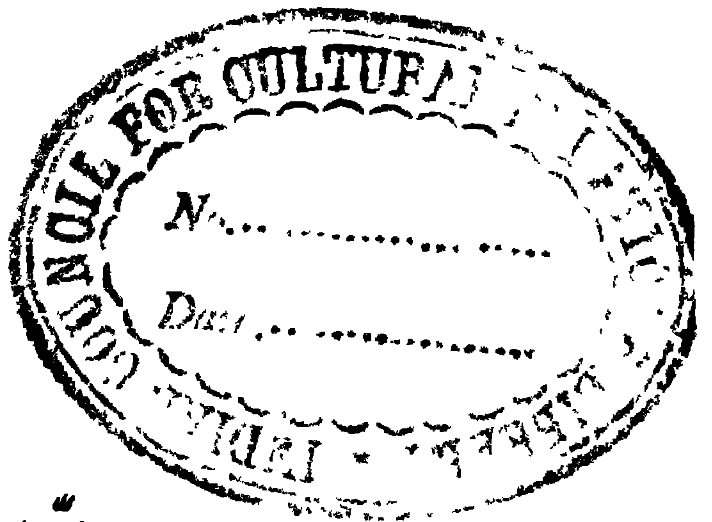
باسمہٖ

گفتگوئے مصالحت

مسٹر جناح مدظلہ کے بنیادی مطالبات قرآنی روشنی میں — رازی

شاہراہ مقصود

(سیاست ہند میں مسلمانوں کیلئے راہِ عمل) — مولانا ابوالکلام آزاد



دائرۂ طلوع اسلام (دہلی)

جیّد برقی پریس دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ مضامین رسالہ طلوع اسلام (دہلی) کے جولائی کے پرچہ میں شائع ہوئے ہیں
اُن کے پڑھنے پر میں نے محسوس کیا کہ اس قسم کے مضامین کی اشاعت کثرت سے ہونی چاہیے
تاکہ یہ نورِ بصیرت عالم ہو جائے اور ان حضرات کے لیئے جو سیاستِ قرآنی سے متعلق صحیح
معلومات نہ ہونے کی بنا پر مسائل حاضرہ میں غلط راہِ عمل اختیار کیئے ہوئے ہیں صحیح راہنمائی
کا کام دے سکے۔ اسی احساس کے ماتحت میں نے ہر دو مضامین کو یکجا پمفلٹ کی شکل میں
شائع کر کے مفت تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ پمفلٹ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ میرا یقین
ہے کہ وہ حضرات جو جنبہ داری کے رنگین چشمہ کو اُتار کر صحیح زاویۂ نگاہ سے اس پمفلٹ کا
مطالعہ کرینگے، اُن کے سامنے یہ حقیقت بے نقاب ہو جائے گی کہ ازروئے کتاب و سنت سیاستِ
ہند میں ملّتِ اسلامیہ کے مطالبات اور اُس کی پوزیشن کیا ہے؟

طلوع اسلام کے اسوقت تک تین پرچے شائع ہو چکے ہیں ان میں سے ہر ایک میں،
حالاتِ حاضرہ سے متعلق ایسے بلند پایہ مضامین شائع ہوئے ہیں کہ ہر مضمون اسی طرح پمفلٹ
کی شکل میں کثرت سے اشاعت کا مستحق ہے۔ مقامِ مسرت ہے کہ ان مضامین کی عام اشاعت
کی تجویز بھی زیرِ غور ہے طلوع اسلام کا مسلک اور نظام کسی دوسری جگہ آپ
ملاحظہ فرمائیں گے میرا خیال ہے کہ ہندوستان میں اپنی نوعیت کا یہ واحد
پرچہ ہے۔ جس کی اعانت ملّتِ اسلامیہ کے ہر صاحبِ احساس
فرد کے لیئے لازمی ہے۔ واللہ المستعان

(شیخ فیض محمد بی اے ایل ایل بی ایم ایل اے، (پنجاب)
ڈیرہ غازیخاں۔

گفتگوئے مصالحت

قرآنی روشنی میں!

(رازی)

یوں تو ہندوستان میں ہندو اور مسلمان آٹھ نو سو سال سے اکٹھے رہتے چلے آرہے ہیں لیکن باینہمہ قرب و اختلاط برادرانِ وطن جس قدر مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کی اساس سے بیگانہ بلکہ ذہنی احساسات اور قلبی رجحانات کے سرچشمہ سے ناآشنا اور اُنکے مذہب کے بنیادی اصولوں سے بے خبر ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے ان سے اس قدر غیریت اور اجنبیت برتی ہے۔ اس وقت ہمیں ان اسباب و علل سے بحث نہیں جو اس بیگانگی اور ناواقفیت کا موجب ہیں لیکن موجودہ دورِ سیاست میں اس کی وجہ سے جو مشکلات پیش آرہی ہیں اُنھوں نے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ ہم کھلے کھلے الفاظ میں بیان کر دیں کہ آج بہت سی بدگمانیاں اور غلط فہمیاں اس وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں کہ ہندو روحِ اسلام سے قطعاً ناآشنا ہے۔ عوام الناس کو تو چھوڑیئے اس قوم کے ممتاز اکابر کی یہ کیفیت ہے کہ وہ ہیگل اور نیٹشے کے فلسفہ کی باریکیاں جانتے ہیں۔ وہ مارکس اور لینن کے نظریات کے ماہر ہیں۔ وہ روما اور یونان کے عروج و زوال کے اسباب سے باخبر ہیں لیکن وہ مسلمانوں کے متعلق صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ ان کو اگر ذبح بقر کی اجازت دیدی جائے۔ مساجد کے سامنے باجہ بجانا روک دیا جائے۔ اور انکا "ٹونٹی دار لوٹا" ان سے نہ چھینا جائے تو اُنکے مذہب و تمدن۔ تہذیب اور کلچر کی پوری پوری نگہداشت ہو جاتی ہے۔ اور جب کوئی مسلمان اس سے ذرا آگے کسی اور چیز کے تحفظِ حقوق کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ فوراً کہہ اٹھتے ہیں کہ دیکھو میاں! یہ سیاسی معاملہ ہے اسے مذہب کا

طلوعِ اسلام کا

مسلک: جیسا کہ پہلے پرچہ میں بالوضاحت بتایا جا چکا ہے، طلوع اسلام کا مقصد حضرت علامہ اقبالؒ کے پیامِ حیات بخش کی اشاعت ہو گا جسکا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ سے متعلق ہر مسئلہ کا حل قرآن کریم کی روشنی میں پیش کیا جائے۔ منکرین عالم کے سامنے اس حقیقت کبریٰ کو بے نقاب کیا جائے کہ عالمگیر امن و فلاح کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ دُنیا کا نظامِ زندگی ہو جو خدا کے اس آخری ضابطۂ حیات میں مرتب کر کے دیا گیا ہے اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دلوں میں یہ یقین راسخ کیا جائے کہ دُنیا علم و بصیرت کی جن بلندیوں تک چاہے پہنچ جائے، قرآن کریم اس سے بھی کہیں آگے نظر آئے گا۔

نظام: طلوع اسلام کے نظام کے متعلق بھی اعلان کیا جا چکا ہے کہ یہ پرچہ کسی فرد کی ملکیت نہیں بلکہ تمام ملّتِ اسلامیہ کا مشترکہ پرچہ ہے اس کا نظم و نسق ایک ایسی جماعت سے متعلق ہے جس کے اراکین نے محض اللہ کے لیے اس فریضہ کو اپنے ذمہ لیا ہے انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس پرچہ کے خسارہ کو پورا کرتے جائینگے۔ لیکن اس کے منافع میں سے کوئی شخص ایک پائی بھی اپنے لیے جائز نہیں سمجھے گا گزشتہ سال بعض مخلص احباب نے یہ تحریک پیش کی تھی کہ طلوع اسلام کو پائدار بنیادوں پر قایم کرنے کے لیے ایسے ایثار پیشہ معاونین پیدا کیے جائیں جو علے ۲۵ یکمشت ادا کر کے اس کی سرپرستی فرماتے رہیں اور رسالہ کو مستقبل کے خطرات سے نجات دلاویں۔ دائرۂ طلوع اسلام نے اس مقدس تحریک کا خیر مقدم کرتے ہوئے یہ تجویز کیا ہے کہ اس طرح جب تین ہزار روپیہ جمع ہو جائے تو اسکو محفوظ سرمایہ قرار دے کر اطمینان کے ساتھ رسالہ کی ترقی کے وسائل اختیار کیے جائیں تاکہ وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہو سکے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس سلسلہ میں اب تک تیرہ سو روپے کے وعدے ہو چکے ہیں جن میں سے چھ سو روپیہ وصول بھی ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ طلوع اسلام کی کوششیں برابر جاری رہیں گی یہاں تک کہ تین ہزار کا محفوظ سرمایہ جمع ہو جائے۔ لہذا:-

اس جماعت کی رکنیت پسند فرمائیں وہ پچیس روپیہ یکمشت یا بالاقساط ادا فرما کر ان خدمتگزاروں کے حلقہ میں شامل ہو جائیں۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ دائرۂ طلوع اسلام دہلی

ہوئے ہیں ۔اپنی سی کہے جاتے ہیں ۔ان سے معاملہ طے کیسے ہو۔ بات تو جب ہو کہ کچھ ہم بڑھیں
کچھ یہ گھٹیں ۔اصل یہ ہے کہ یہ اتحاد و مفاہمت چاہتے ہی نہیں ۔ یہ تو انگریزوں کے پٹھو ہیں،
یہ تو جنگِ آزادی کے راستے میں سنگ گراں بنکے بیٹھے رہنا چاہتے ہیں مسلمان یہ سب کچھ
سنتا ہے اور متعجب ہو کر رہ جاتا ہے کہ یا اللہ! یہ وہ کون سی خطا کی جو اس قسم کی سب وشتم کا
نشانہ بنایا جا رہا ہوں ۔ وہ صرف اتنا ہی کہتا ہے کہ بھائی! یہ میرے مذہب کا معاملہ ہے میں
اس میں مجبور و بے بس ہوں ۔ تو اس پر پھر ایک شور بلند ہو جاتا ہے ۔ کہ لو بھئی! اب کونسل کی
نشستوں میں بھی مذہب آگھسا، بندے ماترم کا گیت بھی مذہبی مسئلہ بن گیا ۔ اُردو ہندی کا
جھگڑا بھی دین کا معاملہ ہو گیا مسلمان پھر یہ سب کچھ سنتا ہے اور کہنے والوں کا منہ تکتا رہ جاتا
ہے اور سوائے اسکے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ ؎

یا رب یہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات
دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

لہذا برادرانِ وطن جب تک مسلمان کی اس مجبوری کو نہیں سمجھیں گے ملکی معاملات نہیں
سلجھ سکتے ۔جب تک اُنہیں اس بات کا یقین نہیں آجائے گا کہ ایک مسلمان کے لیے پولنگ سٹیشن
پر جا کر صحیح ووٹ دینا بھی ایسا ہی مذہبی فریضہ مقدس ہے جیسا نماز پڑھنا سیاسی مسائل
کا اختلاف کا کوئی حل تجویز نہیں ہو سکے گا ۔اسوقت ہم ایک نشست میں اتنا تو نہیں کر سکتے
کہ اسلام کے جملہ عناصرِ ترکیبی کو سامنے لا کر یہ بتا دیں کہ بساطِ سیاست کے جن جن گوشوں کو ہندو
خالص دنیاوی اور ملکی مسائل سمجھتا ہے ۔ وہ مسلمان کے نزدیک عین دینی اور مذہبی معاملات
ہیں ۔البتہ اسوقت ہم صرف ایک بنیادی مسئلہ کو قرآن کریم کی روشنی میں دکھانے کی کوشش
کرینگے جو گزشتہ ایام جناح ۔ گاندھی ۔ بوس" کی گفتگوئے مصالحت کے ضمن میں لوگوں کے سامنے
آ گیا ہے ۔گفتگوئے مفاہمت کی تفصیلات ہنوز پردۂ اخفا میں ہیں اس لیے ان پر تو کسی قسم کا
تبصرہ قبل از وقت ہے لیکن اخبارات میں ایک اصولی بات کا ذکر ہو رہا ہے اور وہی بات

بپتسمہ دے کر خواہ مخواہ "فرقہ وارانہ" مسئلہ کیوں بناتے ہو! یہ ایک بنیادی غلطی یا غلط فہمی ہے جس کی بناء پر آج تک ہندو مسلم اختلافی مسائل کا کوئی حل تجویز نہیں ہو سکا۔ اور ہم پورے ایقان وبصیرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ جب تک اس بنیادی غلطی کو دور نہ کیا جائے گا۔ اس مسئلہ کا کوئی محکم۔ دیرپا اور استوار تصفیہ نہیں ہو سکے گا۔ حقائق سے چشم پوشی کر لینے سے اختلافات نہیں مٹا کرتے۔ جو ایسا سمجھتے ہیں وہ خود بھی دھوکے میں رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکے میں رکھتے ہیں۔ اور یہی دھوکا ہے جو انسان کو کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنے نہیں دیتا۔ اس لیے کہ جب کسی اختلافی مسئلہ کو فریقین دو مختلف اور متضاد زوایائے نگاہ سے دیکھیں تو وہ کس طرح کسی ایک فیصلہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ ہندو ایک معاملہ کو پیش کرتا ہے تو اسکے سامنے سیاسی منافع، ملکی مصالح، قومی رجحانات۔ وطنی جاذبیتیں ہوتی ہیں وہ اس معاملہ کو انہی میزانوں میں تولتا ہے اور بازار کی گرمی اور سردی کے پیشِ نظر اپنی قیمتوں میں تغیر و تبدّل بھی کر لیتا ہے۔ مبادلہ ومعاوضہ کی شرح میں بھی کمی بیشی روا رکھ سکتا ہے۔ لیکن فریق ثانی یعنی مسلمان۔ اس معاملہ کو خالصتہً مذہبی میزان سے تولتا ہے کہ جس پر نہ بازار کی سردی۔ گرمی اثر انداز ہو سکتی ہے۔ نہ مبادلہ ومعاوضہ (EXCHANGE) کی شرح میں کچھ فرق ہو سکتا ہے۔ وہ دُنیا کے کسی معاملہ میں، وہ بازارِ سیاست کے کسی سودے میں "ا نیس۔ اکیس" نہیں کر سکتا۔ کہ اسکے سامنے یہ حکم جلی الفاظ میں لکھا ہوتا ہے کہ:۔

من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون ۵/۴۴

جو شخص اپنے معاملات کے فیصلے اللہ کی کتاب کے ماتحت نہیں کرتا اُسے اسلام سے کچھ تعلق نہیں وہ کُفار کے زمرہ میں شامل ہے ۵/۴۴

لہذا مسلمان اس مقام پر مجبور ہو جاتا ہے۔ فریق مقابل اس کی اس مجبوری کو نہیں سمجھتا اور کہہ دیتا ہے کہ دیکھو صاحب! ہم تو معاملہ کے تصفیہ پر آمادہ ہیں۔ لیکن یہ حضرت عجب قسم کے واقع

قرآن کریم دُنیا میں انسانوں کی تقسیم صرف ایک اصُول پر کرتا ہے جسے کفر و اسلام کا اصُول تقسیم کہتے ہیں اس کے نزدیک انسان صرف ۲ دو جماعتوں میں منقسم ہو سکتے ہیں مسلم و غیر مسلم انسانوں کی ایک تیسری قسم بھی وہاں ملتی ہے وہ بھی دراصل اسی دوسری جماعت ہی کی ایک شاخ ہے ان کو وہ منافقین کی جماعت کہتا ہے یعنی وہ لوگ جو بعض مصالح و منافع کی خاطر بظاہر ایک جماعت سے اپنا تعلق ظاہر کریں لیکن درحقیقت وہ دوسری جماعت کے ساتھ ہوں

وَمن النَّاس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخرۃ وَمَا ھُمْ بمؤمنین یخٰدعون اللہ وَالَّذِیْنَ اٰمنوا وَمَا یخدعونَ اِلَّا انفسھم وَمَا یشعرون ۲/۸

اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو کہتے تو یہ ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ (مومنین کی جماعت سے متعلق) نہیں ہوتے۔ وہ اللہ کو اور ایمان والوں کو دہوکہ دیتے ہیں لیکن دراصل یہ دہوکا انکی خودفریبی ہوتی ہے اور وہ سمجھتے نہیں ۲/۸

وہ لوگ جن کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ :-

وَاِذَا لقوا الَّذِیْنَ اٰمنوا قَالُوْا آمنا۔ وَاِذَا خلوا اِلٰی شیاطینھم قالوا انا مَعکم انما نحن مستھزءون ۲/۱۴

جب یہ لوگ مُسلمانوں کی جماعت سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایماندار ہیں لیکن جب اپنے لیڈروں سے تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ ہیں اِن لوگوں سے تو ہم یونہی تمسخر کر رہے ہیں

لیکن قرآنی تقسیم کے اعتبار سے یہ لوگ بھی غیر مسلموں میں ہی شامل ہوتے ہیں۔

وَاِذَا جَاءُوکم قَالوا آمنا۔ وَقد دَّخلوا بالکفر وَقد خرجوا بہ۔ وَاللہُ اعلم بِمَا کَانُوْا یکتمون ۵/۶۱

اور یہ لوگ جب تمہارے پاس آتے ہیں تو مومن بنجاتے ہیں۔ حالانکہ جب یہ آئے تھے تو اسوقت بھی کفر ہی لیکر آئے تھے۔ اور جب گئے تو اُسوقت بھی کفر ہی لے کر گئے۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو یہ چھپاتے ہیں

ملک کے طول وعرض میں، ہیجان انگیزی کا ذریعہ بنائی جارہی ہے مسٹر جناح نے یہ کہا ہے کہ یہ گفتگو چونکہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں مصالحت کی غرض سے ہو رہی ہے اس لیے سب سے مقدم یہ چیز ہے کہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تسلیم کیا جائے اور کانگریس کو غیر مسلموں کی نمائندہ جماعت۔ اور اس طرح جو معاملات طے ہوں وہ من حیث الجماعت طے ہوں۔ کہ مسلمانوں کے معاملات طے کرنے کی مجاز صرف ان کی نمائندہ جماعت ہو سکتی ہے۔ کوئی فرد، یا کوئی فرقہ اس کا مجاز نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک بنیادی مسئلہ تھا جو مسٹر جناح نے پیش کیا۔ اس پر ہم دیکھ رہے ہیں کہ ملک میں ایک ہنگامہ برپا کیا جا رہا ہے کہ مسٹر جناح کا یہ مسلک خالصۃً فرقہ وارانہ ہے اس کے تو یہ معنی ہیں کہ ملک میں مسلمانوں کی ایک الگ جماعت کا وجود تسلیم کر لیا جائے اور کانگرس تمام ہندوستانیوں کی نمائندہ جماعت ہونے کے بجائے غیر مسلموں کی نمائندہ جماعت بن کے رہ جائے۔ ہمارے نزدیک یہ تمام ہنگامہ آرائی اگر مصالحت سے پہلو تہی کرنے کی نیت سے نہیں تو کم از کم اس بنیادی غلط فہمی کی وجہ سے یقینی ہے۔ جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ مسٹر جناح نے جو کچھ کہا ہے وہ انکا اپنا ذاتی خیال ہے یا وہ بہ حیثیت مسلمان، مذہب کی رُو سے۔ ایسا کہنے اور کرنے پر مجبور ہیں۔ اگر تو وہ ان کا اپنا خیال ہے تو اس میں تغیر و تبدل ہو سکتا ہے لیکن اگر وہ "خیال" نہیں بلکہ قرآن کریم کا حکم ہے تو پھر جب تک ایک شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ وہ اس بنیادی اصول سے ایک انچ بھی اِدھر اُدھر نہیں ہٹ سکتا۔ ساری دنیا اس کی مخالفت کرے۔ اُسے "فرقہ پرست" کہے۔ ضدی قرار دے۔ "غدار وطن" اس کا نام رکھے جو جی میں آئے کہتی جائے وہ اپنے فیصلے میں تبدیلی تو ایک طرف۔ تبدیلی کا خیال تک بھی نہیں لا سکتا کہ ایک مسلمان کے مصالح۔ اس کی ہر روش۔ اسکا مسلک۔ اس کے فیصلے اسکے ارادے سب قرآن کریم کے فیصلوں کے تابع رہتے ہیں۔ بلیٰ من اسلم وجھہٗ للّٰہ وھو محسن۔ جب تک ایسا ہوتا ہے وہ مسلمان رہتا ہے اور جب قرآن کریم کے فیصلوں پر کوئی اور شے غالب آ جائے تو پھر وہ "ہندوستانی" تو رہ سکتا ہے مسلمان نہیں رہ سکتا۔

تاریخ عروج و زوالِ خلافت" میں لکھا ہے کہ صدرِ اوّل کے مسلمانوں کی تاریخ میں صرف ایک شخص، حارث' نامی ایسا ملتا ہے جو اپنی جماعت کو چھوڑ کر خاقان کے پاس چلا گیا تھا۔ لیکن وہ بھی کچھ عرصہ کے بعد تائب ہو کر واپس آگیا اسی طرح غیر مسلم بھی مسلمانوں کی جماعت کے افراد نہیں بن سکتے تاوقتیکہ وہ اسلام قبول نہ کرلیں۔ اس لیئے کہ مسلمانوں کے معاملات، خواہ وہ اپنی اندرونی اصلاح و تنظیم سے متعلق ہوں۔ خواہ خارجی دنیا سے، وہ ان کی اپنی (غیر مخلوط) جماعت کے مشوروں سے طے پا سکتے ہیں وامرھم شوریٰ بینھم (ان کے معاملات باھمی مشورہ سے طے پائیں گے) "بینہم" (آپس میں) خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ جماعت مسلم و غیر مسلم افراد پر مشتمل نہ ہوگی۔ بلکہ خالصتہً مسلمانوں کی جماعت ہوگی۔ پھر اطاعتِ خدا و رسول کے ساتھ جو صاحبِ اختیار۔ امیرِ ملّت۔ کی اطاعت کا حکم ہے تو اس کے متعلق بھی ارشاد ہے کہ اولی الامر منکم۔ وہ صاحبِ اختیار، وہ امیرِ قوم تم میں سے ہوگا۔ کسی غیر مسلم کی قیادت میں چلنا مسلمان کے لیئے جائز نہیں۔ اور مخلوط جماعت میں تو ظاہر ہے کہ اپنے اور بیگانے کی تمیز باقی نہیں رہے گی۔ اس تمیز مٹانے کا نام ہی تو قومیت پرستی (NATIONALISM) ہے۔

(۱) تو ہم نے یہ دیکھ لیا کہ اسلام کسی ایسی جماعت کا تصوّر بھی نہیں لا سکتا جو مسلم و غیر مسلم افراد کی مخلوط جماعت ہو۔ اس کے نزدیک مسلمانوں کی جماعت الگ ہوگی اور ان کے علاوہ تمام دنیا کے غیر مسلموں کی جماعت ان سے الگ۔

---

(۲) پھر جس طرح اسلام کسی مسلم و غیر مسلم کی غیر مخلوط جماعت کا تصوّر یکسر غیر قرآنی قرار دیتا ہے۔ اسی طرح وہ افراد کی ہستی کو بھی کچھ نہیں سمجھتا۔ فرد جب تک جماعت کا رکن ہے تو سب کچھ ہے جب وہ جماعت سے الگ ہو جاتا ہے تو اس کی اسلامی حیثیت کچھ نہیں رہتی۔ قرآن کریم میں شروع سے آخر تک تخاطب جماعتِ مومنین (یاایھا الذین امنوا) سے ہے کہیں ایک جگہ بھی فرد کو مخاطب کرنے کے قابل نہیں سمجھا گیا +

بلکہ یہ تو جہنّم کے اسفل ترین درجہ میں جائینگے کہ کھُلے دشمن سے مارِ آستین ہمیشہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے :۔

ان المنافقین فی الدّرک الاسفل من النّار۔ ۴/۱۴۵

یقیناً یہ منافق (یہ جعفر و صادق) جہنّم کے سب سے نچلے حصّے میں ہونگے

توگویا قرآن کریم کے نزدیک جماعتیں صرف دو ہی ہیں مسلم اور غیرمسلم۔ اس تقسیم کے سوا وہ کسی تیسری تقسیم کو جانتا ہی نہیں ۔اسلام کے نزدیک کسی مخلوط جماعت کا تصور ہی غیرقرآنی ہے یعنی وہ اسے تسلیم ہی نہیں کرتا کہ مسلم اور غیرمسلم ملکر ایک جماعت بن سکتے ہیں۔ سارا قرآن آپ کے سامنے ہے نبی اکرمؐ کا اُسوہ حسنہ آپ کے سامنے ہے۔ صدر اولی کے مسلمانوں کی تاریخ کے اوراق آپ کے سامنے ہیں کہیں کسی ایک جگہ بھی آپ کو اس قسم کا اشارہ تک بھی نہ ملے گا کہ مومن و کافر مسلم و غیرمسلم باہمی اختلاط سے کسی ایک جماعت کے افراد بن سکیں۔ اِسلام خالص مُسلمانوں کی الگ جماعت قایم کرتا ہے جس میں کسی غیرمسلم کا نام تک نہیں آسکتا۔ اور اسی طرح کوئی مُسلمان اپنی جماعت کو چھوڑکر کسی دوسری جماعت میں شامل نہیں ہوسکتا جو غیرمسلموں پر مشتمل ہو۔ علیکم بالجماعۃ فانّہٗ من شذ۔ شذ فی النار (اپنی جماعت کے ساتھ رہو۔ جو اس میں سے الگ ہوا وہ سیدھا جہنم میں گیا) اس شذ (الگ ہونے) کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ خالص مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑکر کسی مخلوط جماعت کا فرد بنجائے۔ من فارق عن الجماعۃ شبراً فخلع ربقۃ الاسلام عن عنقہٖ (جو جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوگیا۔ اس کی گردن سے اِسلام کا طوق اُتر گیا) اگر ہم اس موضوع پر آیات قرآنی۔ احادیث مقدسہ اور آثار صحابہؓ جمع کریں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو جائے۔ لیکن ان تمام تحریری اسناد کے علاوہ نبی اکرمؐ کی سیرت مقدسہ اور صدر اولی کے مُسلمانوں (رضی اللہ تعالےٰ عنہم) کی تاریخ بھی شہادت آپ پیش کرتی ہے۔ غیرمسلم مورخین نے اس باب میں بڑی تجسّس و تفحص کی ہے کہ کہیں کوئی ایک واقعہ ہی ایسا ملجائے کہ مسلمان اور غیرمسلم ملکر ایک قوم بنگئے ہوں لیکن وہ ناکام رہے ہیں۔ سرولیم میور نے۔ اتنی سعی و کاوش کے بعد اپنی مشہور کتاب (THE CALIPHATE-ITS RISE AND FALL)

ومن یعص اللہ وَرَسُولَہٗ فان لہٗ نار جھنّم خالِدِیْنَ فِیْھَا اَبدًا ۲/۲۳

اور جو خدا ورسول کے حکم سے سرتابی کرے گا تو اسکے لیئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا

یہاں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ مسلمانوں کو ایک "فرقہ" قرار دینا ان کو انکے مذہب سے منحرف بنا دینا ہے کہ فرقہ بندی تو اُنکے نزدیک شرک ہے مسلمان فی ذاتہٖ ایک مستقل قوم (NATION) ہے اور یہ کسی مخلوط قوم (NATION) کا جزو بن ہی نہیں سکتے۔ مذہبًا یہ ناممکن ہے، یہ جب تک مسلمان رہیگا ایک قوم۔ ایک جماعت کی حیثیت سے رہے گا۔ جب کسی مخلوط قوم میں جا کر ملجائیگا۔ اسلام کے دائرے سے باہر چلا جائے گا۔ یہ حقیقت بہ ظاہر بڑی تلخ معلوم ہوگی لیکن جس حقیقت کو خدا اور اس کا رسولؐ ایسے کھلے کھلے الفاظ میں بیان کرتا ہو اُسے رواداری کے ایک غلط مفہوم کی بنا پر کھلے لفظوں میں نہ کہنا دوسروں کو فریب دینا ہے جو اسلام میں تو کسی صورت میں بھی جائز نہیں ۔

انّ الَّذِیْنَ یکتمون ما انزلنا من البینات وَالھدیٰ من بعد ما بیّنّٰہُ لِلنّاس فی الکتاب اُولٰئکَ یلعنھم اللہ و یلعنھم اللّٰعنون ۲/۱۵۹

یقیناً وہ لوگ جو اس چیز کو چھپاتے ہیں جو ہمنے دلائل و ہدایت کی بنا پر نازل کیا ہے، بعد اسکے کہ ہمنے اسے کتاب میں تمام انسانوں کے لیئے بالکل ظاہر کر دیا ہے۔ تو ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

اب مسئلہ زیر نظر کی دوسری شق کو لیجیے یعنی مسلمانونکو من حیث الجماعت غیر مسلمونکی جماعتوں سے کس کس صورت میں معاملات طے کرنے ہونگے سب سے پہلے یہ سمجھ لیجیے کہ اسلام دُنیا میں شرف انسانیت سکھانے کے لیئے آیا ہے، مسلمانوں کا جذبۂ عدل وانصاف، رحم ومروّت ہمدردی واحسان۔ کسی خاص قوم۔ خاص نسل۔ خاص رنگ۔ خاص ملک حتےکہ کسی خاص مذہب تک محدود نہیں ہوتا۔ ان کا خدا رب الناس یعنی تمام نوعِ انسانی کا پروردگار ہے۔ لہذا مسلمانوں کے جذبات مروت وپرورش بھی تمام نوع انسانی کے ساتھ یکساں ہوتے ہیں۔ لیکن نظم ونسقِ عالم کی بہترین

(۳) جس طرح اِسلام افراد کی کوئی ہستی تسلیم نہیں کرتا اِسی طرح اُسکے نزدیک کسی "فرقہ" کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ فرقہ سازی۔ گروہ بندی، پارٹی بازی، کو تو وہ شرک قرار دیتا ہے۔ وَلَا تکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعًا۔ کل حزب بما لدیھم فرحون

مسلمانو! تم مشرکین میں سے نہ ہو جانا یعنی ان لوگوں میں سے جو تفرقہ اندازی کرتے ہیں۔ اور اپنی الگ پارٹی بنا لیتے ہیں۔ پھر ہر پارٹی۔ ہر فرقہ اپنے اپنے خیالات میں مگن رہتا ہے۔

دوسری جگہ ہے کہ جواب کرتے ہیں:۔

لست منھم فی شیٔ ۶/۱۶۰

تمہارا اُن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں

جو جماعت سے الگ ہو گیا۔ خواہ ایک فرد ہو یا ایک فرقہ۔ اس کا اِسلام سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔

مندرجہ صدر ہر مسلمات سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے جسقدر معاملات دوسری جماعتوں سے الگ ہونگے وہ:

(ا) نہ کسی ایسی جماعت کیطرف سے ہو سکتے ہیں جو مسلم وغیر مسلم اراکین پر مشتمل ہو۔

(ب) نہ مسلمانوں کے افراد سے ہو سکتے ہیں۔

(ج) نہ کسی خاص پارٹی کسی فرقے سے ہو سکتے ہیں۔

بلکہ وہ مسلمانوں کی جماعت ہی سے ہونگے۔ لہٰذا ازروئے قرآن وسُنّت۔ ہر وہ معاملہ جو اوپر کی تین شقوں میں سے کسی ایک شق کے ماتحت طے پائے گا وہ اِسلامی اصُول کے ماتحت محکم واستوار نہیں ہو گا۔ لیکن جو معاملہ مسلمانوں سے من حیث الجماعۃ طے پائے گا۔ وہی فیصلہ زندہ و پائندہ ہو گا کہ مسلمانوں کے نزدیک جماعت اور جماعت کے امیر کا فیصلہ خدا اور رسولؐ کے فیصلہ کے قایم مقام ہو جاتا ہے اور یہ وہ فیصلہ ہے جس سے سرتابی ابدی جہنّم میں لے جانے کی موجب ہو جاتی ہے:۔

تو ان کے مُنہ سے (بعض اوقات) نکل جاتی ہیں لیکن جو کچھ اُنکے دلوں کے اندر بھرا ہوا ہے۔ وہ اِس سے کہیں زیادہ ہے. ہم نے کھلی کھلی باتیں تم سے کہہ دی ہیں اگر تم سمجھ رکھتے ہو (تو خود سمجھ لو کہ اس میں کیا مصلحت ہے۔)

مِنْ دُونِكُم کا ٹکڑا قابل غور ہے یعنی اپنے سوا۔ اپنی جماعت کے افراد کے علاوہ اور کوئی بھی ہو اِس سے اس قسم کے تعلقات قطعًا پیدا نہیں کیئے جا سکتے جیسے اپنوں سے کیئے جا سکتے ہیں. ہم نے پہلے دیکھ لیا ہے کہ قرآن کریم کی رُو سے دُنیا میں جماعتیں صرف دو ہی ہیں ایک مُسلمانوں کی اور دوسری غیر مُسلموں کی (مِنْ دُونِكُم کی) مُسلمانوں کے سوا اور ساری دُنیا کی جماعتیں اِس غیر مُسلم جماعت میں شامل ہیں. جو مُسلمانوں کی جماعت نہیں وہ غیر مسلموں کی جماعت ہے. خواہ وہ ہزار فرقوں سے ملکر جماعت بنی ہو۔ خواہ اِسے کسی مُلک کی "واحد نمائیندہ" ہونے کا دعویٰ بھی کیوں نہ ہو، مُسلمانوں کے نزدیک وہ جماعت من دون المؤمنین (غیر مسلم) جماعت ہے اور یہی وہ جماعت ہے۔ جس سے تولّیٰ۔ قلبی تعلقات۔ دلی دوستی۔ اعتماد اور بھروسے کے تعلقات۔ قطعًا جائز نہیں وطن کا رشتہ تو ایک طرف رہا۔ خواہ خون کا رشتہ بھی کیوں نہ ہو۔ "خواہ اُنکے آبا و اجداد ہی کیوں نہوں اُنکے بیٹے کیوں نہ ہوں بھائی کیوں نہ ہوں رشتہ دار کیوں نہ ہوں" (۵۸/۲۲) اُن سے تولّیٰ جایز نہیں غیر مسلموں کے ساتھ جو تعلقات قایم ہونگے وہ ہمیشہ باہمی معاہدوں کی رُو سے قایم ہونگے. جن میں باہمی حقوق و ضمانت کی شرایط و قیود واضح کی جائیں گی. یہ وہ جماعتیں ہوں گی جنکے متعلق قرآنِ کریم میں ہے کہ "بلینکُم وَ بینھم میثاق" تمہارے اور اُن کے درمیان میثاق ہے۔ معاہدہ ہے۔ نبی اکرمؐ نے جسقدر معاملات غیر مسلموں سے طے کیئے سب اسی انداز سے کیئے. من حیث القوم کیئے۔ باہمی معاہدوں کی رو سے کیئے. صدرِ اولیٰ کے مسلمانوں کی تاریخ ان مواثیق و معاہدات سے بھری پڑی ہے۔ اسکے خلاف ہمارا دعویٰ ہے اور علیٰ وجہ البصیرت یہ دعویٰ ہے کہ قرآن و حدیث و آثار و تاریخ میں کہیں ایک سند بھی اس چیز کے اثبات میں نہیں ملے گی کہ مسلمانوں نے غیر قوموں سے انفرادی طور پر دوستی اور تولّے کے تعلقات قایم کیئے ہوں۔ اگر کسی کو اس میں

تقویم کے لیئے۔ دُنیا میں اس جماعت کے استحکام کی خاطر جو حق و انصاف کی علمبردار ہے جو خدا کے ضابطۂ آسمانی کی امین اور حامل ہے قرآن کریم نے وہ قوانین بھی مرتب فرما دیئے ہیں جن کی رو سے مسلمانوں کی جماعت غیر مسلموں کی جماعت کے ساتھ تعلقات قایم کر سکتی ہے تعلقات کی ایک شکل تو وہ ہوتی ہے۔ جسے اعتماد۔ بھروسہ۔ قلبی یگانگت۔ دِلی دوستی، وحدتِ ایمان وعمل کے تعلقات کہتے ہیں اسے قرآنی اصطلاح میں تولّی کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے تعلقات قرآن کریم کی رو سے مسلمان صرف اپنی جماعت کے ساتھ وابستہ کر سکتے ہیں، غیر مسلموں کے ساتھ اس قسم کے تعلقات قطعاً پیدا نہیں کیئے جا سکتے۔ اس چیز کو قرآن کریم نے مسلمانوں کی مرضی پر ہی نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ ان کو کھلے کھلے الفاظ میں تاکیدی احکام دیدیئے ہیں کہ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتے (یہ چیز کسی دوسرے وقت بیان کی جائے گی کہ دُنیا میں اس قسم کی جماعت کا وجود کیوں ضروری ہے۔ اور اس جماعت کے افراد کو غیر مسلموں کے ساتھ اس قسم کے قلبی تعلقات پیدا کرنے سے کیوں روکا گیا ہے۔ اسوقت ہم صرف قرآنی مسلّمات سے بحث کر رہے نہ اُن کے دلائل و حجج سے) فرمایا:۔

"مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں (اولیاء دِلی دوست) وہ نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں بُرائیوں سے روکتے ہیں۔ نماز کو قایم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔۔۔ ۹/۷۱

اس کے برعکس غیر مسلموں کے متعلق فرمایا:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا۔ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ۔ قَدْ بَدَتِ
الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ۔ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۳/۱۱۷

اے ایمان والو۔ اپنے سوا (یعنی اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا) کسی دوسرے کو دِلی دوست۔ رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری تخریب میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھیں گے، وہ ہمیشہ تمہارے نقصان پر خوشیاں مناتے ہیں اُن کی نفرت اور کینہ کی کچھ باتیں

گفتگو کے متعلق ابتدائی مراحل طے ہوتے ہیں مسلمانوں کی طرف سے مسٹر جناح سامنے آتے ہیں اور رہا تما گاندھی سے کہتے ہیں کہ آپ ہندوؤں کی طرف سے آیئے۔ آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہاں سے کیا جواب آتا ہے؟ حیران ہوں کہ اس جواب پر آسمان کیوں نہ پھٹ پڑا۔ زمین کیوں نہ شق ہوگئی، یہ خطہ کیوں نہ غرق ہوگیا۔ جواب آتا ہے کہ ہماری طرف سے پہلے مولانا ابوالکلام آزاد آئینگے اُن سے بات کیجئے۔ اللہ جل جلالہٗ۔ یہ دن بھی ملّتِ اسلامیہ کو دیکھنے تھے۔ لیکن اُس مردِ غیور کی حمیت اسے گوارا ہی نہ کرسکی کہ چشمِ فلک اِس نظارہ کو بھی دیکھے کہ مسلمان آمنے سامنے ہوں اور اُن میں سے ایک مسلمانوں کا نمائندہ ہو اور دوسرا ــــ غیر مسلموں کا نمائندہ۔ اُس نے کہہ دیا کہ نہیں ہندوؤں کی طرف سے آپ تنہا ہی آیئے۔ پھر اس "انہ منہم" کی تفسیر دیکھنی ہو تو وہ بیانات ملاحظہ فرمایئے جو اخبارات میں آئے دن شائع ہوتے رہتے ہیں مسلمانوں کی طرف سے جب کبھی ہندوؤں کے خلاف صدائے احتجاج اٹھتی ہے تو اُسکے جواب میں ہندوؤں کی پوزیشن واضح کرنے کے لیئے۔ اُن کی برّیت اور صفائی پیش کرنے کے لیئے اور اُلٹا مسلمانوں کے سر الزام دھرنے کے لیئے کون سامنے لایا جاتا ہے! کوئی ڈاکٹر مونجے نہیں۔ کوئی بھائی پرمانند نہیں۔ بلکہ "امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد"۔

اے محمدؐ گر قیامت را برآری سر ز خاک !

سر برآر و ایں قیامت درمیانِ خلق بیں !

سچ کہا ہے قرآن کریم نے کہ "جب کوئی انسانوں کو خدا سمجھنے لگتا ہے تو اُس کی حالت یہ ہو جاتی ہے گویا وہ آسمان کی بلندیوں سے زمین کی پستیوں پر آگرے یا اُسے ہوا کے تیز جھونکے پر کاہ کی طرح اِدھر اُدھر اُڑائے لیئے پھر رہے ہوں یا جیسے کسی چھوٹے سے پرندے کو کوئی عقابی پنجوں والا گدھ اُچک کرلے جائے"۔ وہی مومن جو تختہ دار پر بھی اپنی سی کہے جاتا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے اس سے روک نہیں سکتی۔ پھر اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ جو جس کے جی میں آئے اُس سے کہلوائے۔ یا للعجب۔

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی   جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

میں شک ہو تو اپنے دعوے کے اثبات میں کوئی ایک سند پیش کرے۔ فَأْتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کوئی مسلمان ایسا کرے کہ وہ انفرادی طور پر غیر مسلم جماعتوں کے ساتھ رابطۂ مودت و مواخات قایم کر کے اُن کے ساتھ دوستی اور تولّی کا رشتہ پیدا کرے تو قرآن کریم کا اس باب میں کیا حکم ہے لیکن قبل اسکے کہ آپ یہ حکم سُنیں ذرا کلیجہ کو تھام لیجئے حکم وہ ہے کہ جسکے دیکھنے سے آنکھیں پتھرا جاتی ہیں جس کے احساس سے دل کانپ اُٹھتا ہے جس کے لکھتے وقت ہاتھ تھرتھرا جاتا ہے سُنیئے حکم ہے کہ:۔

مَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۝ [صا]

جو تم میں سے اُنکے ساتھ اس قسم کا رشتہ قایم کرے تو وہ اُنہی میں کا ایک ہو جاتا ہے۔

غور فرمایئے۔ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ۔ وہ تم میں سے نہیں رہتا۔ وہ انہی میں سے ایک ہو جاتا ہے۔ جو اپنی جماعت کو چھوڑ کر دوسروں سے تعلقات قایم کرتا پھرے اُسے تم سے کیا واسطہ! وہ جن میں جا ملا۔ انہی میں سے ہو گیا! اللہ اکبر غور فرمایئے بات کہاں پہنچ رہی ہے!! یاد رکھیئے قرآن کریم کوئی شاعری کی کتاب نہیں ہے کہ یونہی برائے بیت کچھ الفاظ لکھ دیتا ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ قرآن کریم کا ایک ایک لفظ ہمالیہ پہاڑ سے زیادہ محکم اور اٹل ہے۔ اور جو کچھ کہتا ہے اس کا مطلب بھی وہی ہوتا ہے جب اُسنے فَإِنَّهُ مِنْهُمْ کہا تو فی الواقعہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص مسلمانوں کے حلقہ میں رہتا ہی نہیں۔ وہ انہی میں سے ایک ہو جاتا ہے جن میں وہ جا ملتا ہے۔ اس فَإِنَّهُ مِنْهُمْ کی عملی تفسیر دیکھنی ہو تو روزمرّہ کے واقعات پر غور فرمایئے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں مصالحت کی

صا آیت میں اس مقام پر یہود و نصاریٰ کا ذکر بالتصریح ہے لیکن چونکہ مسلمانوں کو تمام کفار سے تولّی کی ممانعت کی گئی ہے (دیکھو ۴) اور یہود و نصاریٰ کو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کافر کہا گیا ہے اس لیئے فانہ منہم کے معنی یہی ہیں کہ مسلمان اپنی جماعت مومنین کے سوا جن سے بھی تولّی رکھے گا وہ انہی میں سے ہو جائے گا۔

کرانے کے یہ تسلیم کرلیں کہ "مسلم وغیر مسلم" دونوں مل کر ایک مخلوط قوم بن سکتے ہیں۔ صدر کانگریس نے پچھلے دنوں آسام میں ایک ایڈریس کے جواب میں کہا ہے کہ ہم سب کچھ مسلمانوں کے حوالے کردینے کو تیار ہیں بشرطیکہ مسلمان اپنے الگ جماعتی نظریہ کو چھوڑ کر "مشترکہ قومیت" کے نصب العین کو تسلیم کرلیں کس قدر چھوٹی سی شرط۔ اور کتنا معصوم سا مطالبہ!! اور مسلمانوں کی "ہٹ دھرمی" ملاحظہ ہو کہ اتنی سی بات نہیں مانتے!! لیکن مسلمان کیا کرے! وہ اپنے خدا کی مانے۔ خدا کے رسولؐ کی مانے۔ یا ان "تازہ خداؤں" کی مانے۔ یوں سمجھیے کہ صرف اتنا ہی کہا جاتا ہے کہ بھئی میں تیری تمام شرطیں مان لونگا۔ بس ذرا سی میری بات مان لو کہ اپنی شاہ رگ کاٹ لینے دو۔ اور اس شرط کے نہ ماننے پر دُہائی مچا دی جاتی ہے کہ فرقہ پرست! انسانیت کا دشمن۔ وطن کا غدار۔ انگریز کا پٹھو۔ اور پتہ نہیں کیا کیا!! ہم برادرانِ وطن سے صرف اتنی درخواست کرینگے کہ وہ اپنے دل میں اس قسم کے خیالات کو پرورش دینے کی بجائے ایک مرتبہ مسلمان کی پوزیشن کیوں نہیں سمجھ لیتے اور اس کی ان "مجبوریوں" پر نگاہ کیوں نہیں رکھتے جو اسپر قانونِ خداوندی کی شکل میں مسلط ہیں اور جن "مجبوریوں" کے اندر درحقیقت اس کی "آزادی" کا راز پوشیدہ ہے۔

یہ ہے بنا مسلمانوں کے واحد نمائندہ جنابِ محمدؐ علی جناح کے بنیادی مطالبات کی جنہیں دیکھ کر ایک سچّا مسلماں صدائے تحسین بلند کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس مردِ حق آگاہ کی دقیقہ رس اور دُوربیں نگاہیں حقایق قرآنی کو کس طرح حالات حاضرہ کی مطابقت میں پیش کر رہی ہیں مسلمان عام طور پر سمجھتا ہے کہ قرآن جُبّہ وعمامہ میں لپٹا رہتا ہے لیکن اس ہیٹ اور پتلون کے ساتھ روحِ قرآنی کی اس انداز سے ترجمانی۔ بلا ساختہ سعدی کے یہ الفاظ سامنے آتے ہیں کہ:۔ درویش صفت باش و کلاہِ تتری پوش۔ دیکھنے والی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں کہ "مسٹر جناح

اگرچہ سر نتراشد قلندری داند

بشر المنافقین بان لھم عذاباً الیما۔ ن الذین یتخذ و ن الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ۔ ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعاً ۴-۳۹-۱۳۸

ان منافقین کو خوشخبری دیدیجیے کہ انکے لیے دردناک عذاب ہے وہ لوگ کہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر (یا مسلمانوں کے سوا) غیر مسلموں کو اپنا دوست بناتے ہیں کیا یہ لوگ ان غیر مسلموں کے پاس عزت پانے کی خاطر جاتے ہیں اسو عزت تو تمام اللہ کے ہاں ہے ۴-۳۹-۱۳۸

———

کتاب و سنت کی ان تصریحات کو سامنے رکھیے اور پھر دیکھیے کہ اگر مسٹر جناح یا کوئی اور مسلمان یہ کہہ دے کہ:۔

(۱) ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد عمل کی صرف یہی صورت ہے کہ ان دونوں کے درمیان من حیث الجماعت معاہدہ ہو۔ اور

(۲) ایک فریق کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تسلیم کیا جائے، اور دوسرے فریق کو غیر مسلموں کی نمائندہ جماعت۔

تو کہیے اسنے کون سا جرم کر دیا ہمیں اس سے واسطہ نہیں کہ کانگریس ہندوستان کی نمائندہ جماعت ہے یا نہیں۔ وہ ساری دنیا کی نمائندہ جماعت بنجائے۔ لیکن اسلام کے نزدیک چونکہ مسلم و غیر مسلم کی مخلوط جماعت کا تصور ہی باطل ہے اسلیے مسلمانوں کے نزدیک یہ جماعت غیر مسلموں کی جماعت ہی رہے گی، مسلمان ایسا سمجھنے۔ ایسا ماننے اور ایسا کہنے پر اپنے مذہب کی رو سے مجبور ہے، اس میں نہ کسی سیاسی مصلحت کو دخل ہے نہ کسی کی ذاتی رائے کو۔ آجکل ایک ہنگامہ برپا کیا جا رہا ہے کہ دیکھیے صاحب کانگرس کی وسعت ظرف کہ اسنے مسلمانوں کے نمائندہ جناب جناح سے دو لفظوں میں صاف کہہ دیا کہ ہم سب مطالبات تسلیم کرلینگے بشرطیکہ وہ کانگریس کے نظریۂ قومیت (NATIONALISM) کے خلاف نہ ہوں یعنی مسلمان بجائے اپنی الگ جماعت تسلیم

فرض کر لیجیے، کل ہندوؤں کو اپنی پالیسی بدل دینی پڑی جتنی راہیں انسانی دماغ کی پیدا کردہ ہیں اُن میں تغیر و تبدل ہر وقت ممکن ہے۔ البتہ خدا کی تعلیم میں ممکن نہیں۔ کہ لا تبدیل لکلمات اللہ پھر کیا اس حالت میں مُسلمان بھی اپنے اماموں کے ساتھ اپنی نمازیں توڑ دیں گے! ذرا غور سے کام لیجیے کہ گہری اور تفکر طلب باتیں ہیں۔ ہم مُسلمانوں کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ خواہ کسی اصول پر مبنی ہو لیکن وہ ایک ایسی راہ پیدا کر لیں جو اُن کی مستقل اور مخصوص راہ ہو جس میں کبھی تغیر کی ضرورت نہ ہو۔ تمام خارجی اثرات تغیر سے محفوظ ہو نیز کہا جا سکے کہ وہ مُسلمانوں کی راہ ہے .... ہمارے ملکی بھائی اپنے اندر صرف قومیت اور سیاست کی روح پیدا کر کے زندگی کی حرارت پیدا کر سکتے ہیں اسطرح اور ملکوں میں بھی۔ لیکن مُسلمانوں کی تو کوئی علیحدہ قومیت نہیں جو کسی خاص نسل و خاندان یا زمین کے جغرافیائی تقسیم سے تعلق رکھتی ہو۔ اُن کی ہر چیز مذہب۔ یا بالفاظ مناسب تر اُنکا تمام کاروبار صرف خدا سے ہے۔ پس جب تک وہ اپنے تمام اعمال کی بنیاد مذہب کو قرار نہیں دینگے اسوقت تک ان میں نہ قومیت کی روح پیدا ہوگی اور نہ وہ اپنے بکھرے ہوئے شیرازہ کو جمع کر سکینگے آج دُنیا "قوم" اور "وطن" کے نام میں اپنے لیئے جو تاثیر رکھتی ہے مُسلمانوں کے لیئے وہ اثر صرف "اِسلام" یا "خدا" کے لفظ میں ہے۔ یورپ میں "نیشن" کا لفظ کہہ کر ایک شخص ہزاروں دلوں میں حرکت پیدا کر سکتا ہے لیکن آپ کے پاس اسکے مقابلہ میں اگر کوئی لفظ ہے تو "خدا" یا "اسلام" ہے ...... (لہٰذا)

(۱) مسلمانوں کے لیئے ہر شئے اُنکے مذہب میں ہے پس وہ اگر آجکل اپنی پولٹیکل زندگی اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اُس کی جگہ اس شئے ہی کو کیوں نہ پیدا کریں جو نہ صرف پالیٹکس بلکہ قومی اعمال کی ہر شاخ کو زندہ کر دے

(۲) قرآن کریم صرف نماز اور وضو کے فرائض تبلانے کیلئے ہی نازل نہیں ہوا بلکہ وہ انسانوں کے لیئے ایک کامل اور اکمل قانون فلاح ہے جس سے انسانی زندگی کی کوئی شئے باہر نہیں پس مسلمانوں کی ہر وہ پالیسی اور ہر وہ عمل جو قرآنی تعلیم پر مبنی نہ ہوگا اُنکے لیئے موجب فوز و فلاح نہیں ہو سکتا۔

(۳) ان کو اپنا نصب العین صرف "اسلام" بنانا چاہیئے اور ساری طاقت اس میں صرف کرنی چاہیئے کہ وہ ہر طرف سے ہٹ کر صرف احکام اِسلام کے مطیع و منقاد ہو جائیں۔ اِسلام ہی اُنکے لیئے

شاہراہِ مقصود

(از جناب مولانا ابوالکلام آزاد)

(تحریکِ آزادی میں مسلمانوں کی پوزیشن کیا ہونی چاہیئے۔ اسکے متعلق مولانا آزاد صاحب نے ۱۹۱۲ء میں تحریر فرمایا تھا:۔)

"ہم نہایت حسرت کے ساتھ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ جو لوگ تقسیم بنگال کی تنسیخ سے نہیں بلکہ منشیر سے اپنے اندر آزادی اور حقوق طلبانہ پالیسی کا ولولہ رکھتے ہیں۔ گو عام راہ ضلالت سے الگ رہنے کا ہمیں لائسنس دینا چاہیئے لیکن افسوس ہے کہ اُنکے سامنے بھی ہندوؤں کی پولٹیکل جدّوجہد کے سوا کوئی مستقل اور علیحدہ راہ نہیں ہے۔ وہ بھی اپنی ترقی کا سدرۃ المنتہیٰ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ہندوؤں کے قدم بقدم چلنا سیکھ جائیں، بے شک ہمارے عقیدے میں بھی آج کل مسلمانوں کے لیئے عبرت اور تنبیہ کا سب سے بڑا سبق ہندوؤں کے سیاسی اعمال میں ہے اور بڑی بدبختی یہی تھی کہ آج تک اس سے عبرت حاصل نہیں کی گئی۔ لیکن پیروانِ "امامِ مبین" کے لیئے اِس سے بڑھ کر کوئی مذہبی موت نہیں ہوسکتی کہ اعمالِ زندگی کے ایک ضروری شعبے میں ان کو اسلام تعلیم دینے سے مجبور و لاچار ہوگیا ہو اور اس کی طرف سے مایوس ہوکر انہیں ایک دوسری قوم کے دسترخوان کی چھوڑی ہوئی ہڈیوں پر للچانا پڑے۔ اگر ایسا ہی ہے تو بہتر ہے کہ سرے سے اسلام ہی کو خیرباد کہہ دیا جائے۔ دُنیا کو ایسے مذہب کی کیا ضرورت ہے جو صرف خطبۂ نکاح میں چند آتیں پڑھ دینے یا بسترِ نزع پر سورۂ یٰسین کو دُہرا دینے کے لیئے کارآمد ہوسکتا ہے! ہمارے نزدیک اسلام کے دامنِ تقدیس پر اس سے بڑھ کر اور کوئی بدنما دھبہ نہیں ہوسکتا کہ انسانی حریت اور مُلکی فلاح کا سبق مسلمان دوسری قوموں سے لیں . . . .

پس اگر مسلمان زندگی حاصل کرسکتے ہیں تو مسلمان بن کر۔ ہندو یا مسیحی بنکر نہیں۔ اگر شمع کافوری جل رہی ہے تو آپ کو کسی فقیر کے جھونپڑے سے اُس کا ٹمٹماتا ہوا دیا چرانے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ

پالیٹکس کی راہ کھولے گا تعلیم کا حکم دے گا۔ اخلاق و فضائل میں تبدیلی پیدا کر دے گا اور وہ تمام باتیں جن کو ترقی یافتہ قوموں میں دیکھ کر وہ للچا رہے ہیں۔ نقصانات اور مضرتوں سے صاف ہو کر ان میں پیدا ہو جائیں گی۔

(۴) تعلیم، معاشرت اور سیاست میں ان کو بر بنائے اتباع اقوام کوئی راہ اختیار نہیں کرنی چاہیئے بلکہ بر بنائے مذہب۔ (الہلال ۹ اکتوبر، ۲۳ اکتوبر و ۶ نومبر ۱۹۱۲ء)

کیا کوئی خدا کا بندہ ایسا ہے جو قوم کو اتنا پوچھ کر بتا دے کہ قرآن کریم کی وہ تعلیم جس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل ممکن نہ تھا۔ وہ آج کس کی نذر ہو گئی! یہ نیا مسلک جو بر بنائے اتباعِ اقوام اختیار کیا جا رہا ہے اور جس کی طرف مسلمانوں کو پکار پکار کر بلایا جا رہا ہے، کون سے نئے قرآن سے حاصل کیا گیا ہے! مسلمانوں کی اس مذہبی موت کا ذمہ دار کون ہے جس کی رُو سے انہیں ہندوؤں کے قدم بقدم چلنا سکھایا جا رہا ہے۔ وہ کون سا سامری ہے جس کی فسوں سازیاں ملّتِ بیضا کو خدائے طورِ سینا سے ہٹا کر گوسالہ پرستی کی طرف لیے جا رہی ہیں! وہ کون سا مقناطیس ہے جس نے مسلمانوں کے قبلہ نما کی سوئی کا رخ "آنند بھون" کی طرف پھیر دیا ہے۔ وہ کون ہے جو آج دوسروں کی چھوڑی ہوئی ہڈیوں کے پیچھے للچایا ہوا دوڑ رہا ہے۔ وہ کون سا فقیر ہے جس کی جھونپڑی کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو آج شمعِ کافوری سے بھی زیادہ درخشندہ و تابناک بنا کر دکھایا جا رہا ہے! وہ کون ہے جو مسلمانوں کے اندر اسلام یا خدا کے نام سے نہیں بلکہ قوم اور وطن کے نام سے زندگی کی حرارت پیدا کرنا چاہتا ہے! وہ کون سی مستقل اور علیحدہ راہ ہے جو ہندوؤں سے ہٹ کر مسلمانوں کے لئے تجویز کی جا رہی ہے! وہ کون سا گروہ ہے جو آج مذہب کو خطبۂ نکاح اور وضو اور غسل کے مسائل تک محدود کر دینا چاہتا ہے! ہاں — ذرا غور سے کام لیجئے کہ یہ گہری اور تفکر طلب باتیں ہیں!

ہمیں معلوم ہے کہ آج قوم کے پاس کوئی ایسی قوت اور کشش موجود نہیں جو ان سوالات کا جواب حاصل کرنے کے لئے کسی مُہرِ خاموشی کو توڑ سکے۔ لیکن ؎

قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چُپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستین کا

طلوعِ اسلام

ہندوستان میں سب سے پہلا پرچہ جو اسلامی جماعتی زندگی کے نصب العین

کے ماتحت مئی ۱۹۳۸ء سے شائع ہوا ہے

تین ۳ پرچوں کے چھ ۶ معرکۃ الآرا سیاسی مضامین

(۱) نظریۂ قومیت اور قرآن کریم } مئی
(۲) لیگ۔ کانگریس اور مسلمان } مئی

(۳) سوراجی اسلام۔ جون

(۴) گفتگوئے مصالحت } جولائی
(۵) قومیت اور بین الاقوامیت } جولائی
(۶) تنظیم اسلامی اور کانگرس } جولائی

مینیجر طلوعِ اسلام
بلیماران دہلی